دینی مسائل پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا

(فرمودہ مارچ ۱۹۳۷ء) لـه

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقویٰ پر خاص زور دیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے نکاح کے موقع پر خاص طور پر تقویٰ کی آیات خطبہ کے لئے جمع کر دی ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ تقویٰ ہر حال میں اچھا ہے مگر اجتماعی صورت میں خاص طور پر اس کی ضرورت ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان جب خدا تعالیٰ کو چھوڑتا ہے تو یا تو وہ بنی نوع انسان کی محبت کی خاطر چھوڑتا ہے یا انسان کے ڈر سے چھوڑتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تقویٰ کا ذکر کیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی خصوصیت سے نکاح کے موقع پر ان آیات کو جن میں تقویٰ کا ذکر ہے جمع کر دیا ہے کیونکہ جب ایک مرد کا ایک عورت سے اجتماع ہوتا ہے اور ایک خاندان دوسرے خاندان سے ملتا ہے تو بسا اوقات ان میں سے ایک دوسرے کی وجہ سے دین میں کوتاہی کر جاتا ہے چونکہ اس موقع پر ایک مرد کا عورت سے اور ایک خاندان کا دوسرے خاندان سے اجتماع ہوتا ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے تقویٰ کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے کہ تم اپنی شادیوں اور بیاہوں میں خصوصیت سے تقویٰ کو مدنظر رکھو۔

اس قسم کے اجتماع خدا تعالیٰ کے مقابل پر کچھ چیز نہیں وہ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، ایک دوسرے سے مل کر اللہ تعالیٰ کے دین کو کچھ بھی ضعف نہیں پہنچا سکتے مگر چونکہ ایسے مواقع پر انسانوں سے غلطیاں سرزد ہو جایا کرتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اجتماع کے موقع

پر تقویٰ کو زیادہ زور سے بیان کیا ہے۔
بعض لوگ جنبہ داری میں آکر دین کو ضائع کر دیتے ہیں، بعض پر دوستوں کی محبت غالب آجاتی ہے اور وہ ان کی خاطر تقویٰ سے کام لینا چھوڑ دیتے ہیں اور بے شک وہ یہ فعل اپنی عزتوں کو برقرار رکھنے کے لئے کرتے ہوں گے مگر حقیقی عزت وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک دفعہ مسیلمہ کذاب آیا اور کہنے لگا میرے پاس ایک لاکھ فوج ہے جو ہر وقت میری مدد کے لئے تیار ہے میں آپ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے بعد خلافت مجھے عطا کریں اور یہ ایک لاکھ فوج حاضر ہے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا میں تجھے اس تنکے کے برابر بھی کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ۲؎ یہ سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے وہ جس کو چاہے گا دے گا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مسیلمہ کی ایک لاکھ فوج کہاں گئی۔ اس میں سے کئی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے اور اس شخص کو جسے یہ دعویٰ تھا کہ یہ لوگ ہر وقت میری مدد کے لئے تیار رہتے ہیں اس کو چھوڑ دیا اور کئی تھے جو ایمان نہ لائے اور صحابہؓ کی تلواروں سے کاٹے جاکر جہنم میں چلے گئے۔
ابھی اس وقت مجھے ایک دوست نے ایک رقعہ دیا ہے جس میں مسیلمہ کذاب والی لالچ مجھے بھی دی گئی ہے اس میں لکھا ہے فلاں مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے کہا ہے اگر میاں محمود مسئلہ کفر میں اصلاح کرلیں تو میں اور بہت سے دوسرے لوگ ان کی بیعت کرلیں گے۔ یہ لالچ دینے والا شخص یقیناً تقویٰ سے بے بہرہ ہے جاہل اور احمق ہے۔ یہ لوگ جو تقویٰ سے بالکل عاری ہو چکے ہیں گویا مجھ پر بددیانتی کا الزام لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کفرو اسلام کا مسئلہ میں نے خود ہی بنایا ہے اور اگر مجھے لالچ مل جائے تو میں اس مسئلہ کو چھوڑ دوں گا اور مذہب میں سودا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔ اس قسم کا خیال رکھنے والے دہریہ ہیں اور اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔
مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی ہستی ہی کیا ہے کہ میں ان کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع کروں۔ وہ وقت کیا میں بھول چکا ہوں جب میں اکیلا تھا اور یہ لوگ علی الاعلان کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین میں سے ۹۸ فیصدی لوگ ہیں اور میاں محمود کے ساتھ صرف دو فیصدی۔ اب جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھے کمزوری کی حالت سے نکال کر ۹۸ فیصدی لوگوں کو میرے ساتھ کر دیا ہے اور ان کو ۹۸ فیصدی

کی بجائے ۲ فیصدی بلکہ اس سے بھی کم کر دیا ہے کس طرح ممکن ہے کہ میں کمزوری دکھلاؤں اور عقائد میں تبدیلی کرلوں۔ پہلے تو میں نے اس وقت جبکہ ظاہری اسباب ان کے پاس تھے کمزوری نہ دکھائی تو اب جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے وہ حالت دور کر دی ہے کس طرح کمزوری دکھا سکتا ہوں۔ میں تو ان کی اس خود پسندی پر حیران ہوں انہوں نے پہلے کون سی کسر ہماری مخالفت میں باقی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر موقع پر رسوائی پر رسوائی دکھائی اور یہ ذلیل خوار ہوئے۔ ابتداء میں جب مجھے ان کے متعلق الہام ہوا لَیُمَزِّ قَنَّھُمْ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ کر دے گا تو اس وقت وہ اپنے اتحاد اور جتھہ پر ناز کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنی جماعت کے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہوتے دیکھا تو کہا کہ میاں صاحب کا الہام لَیُمَزِّ قَنَّھُمْ پورا ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ نادان لوگ ہم پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے اندر منافق پائے جاتے ہیں۔ بے شک بعض منافق ہیں مگر ان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے طاقت نہیں کہ وہ میرے سامنے بولیں مگر پیغامیوں میں کئی لوگ ہیں جو مولوی محمد علی صاحب کے سامنے بولتے ہیں اور بعض استعفیٰ داخل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے عقائد سچائی سے دور جا پڑے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے ان سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے اور اس کا ہاتھ میرے ساتھ ہے اس وجہ سے نہیں کہ میں اپنی ذات میں کچھ ہوں بلکہ محض اس لئے کہ میں نے سلسلہ کی بہت سی صداقتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہی فضل سے نڈر ہو کر بیان کیا اور ان سچائیوں کی خاطر میرے جیسے کمزور اور بے بضاعت شخص کی اس نے مدد کی۔ پس ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ میں کسی فائدہ کے لئے خدا تعالیٰ کی باتوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا وجود ہے کیا جس کا نفع کوئی قیمت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ادنیٰ صداقت کے لئے میرے جیسے کروڑوں وجود بے دھڑک قربان کئے جاسکتے ہیں۔

پس ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ دین کے مسائل میں کوئی سودا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ہمارا اختلاف دینی مسئلہ کے لئے ہے تو سودا کرنے کے کیا معنے۔ جس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے چاہئے کہ وہ ندامت محسوس کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ پہلے سلسلہ میں تفرقہ پیدا کرنا اور پھر دین میں سودا کرنے کی کوشش کرنا نہایت گری ہوئی حالت پر دلالت کرتا ہے اور باوجود مولوی محمد علی صاحب سے شدید اختلاف کے میں امید نہیں کرتا کہ انہوں نے ایسی بے حیائی کی بات کہی ہوگی۔ غالباً یہ تجویز

کرنے والے کا اپنا اختراع ہو گا لیکن بہرحال یہ ایک نہایت ناپاک تجویز ہے۔ اس شخص کو سوچنا چاہئے کہ اگر کوئی دین کو فروخت کرنے پر ہی آئے تو کیا وہ اس کی قیمت میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کو قبول کرے گا؟ آخر وہ کون سی طاقت ہے جسے وہ اپنے ساتھ لائیں گے؟ کیا انہیں طاقت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے نافرمانوں کو بچالیں کہ انسان سمجھے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو یہ شخص دور کردے گا۔ یا ان میں طاقت ہے کہ وہ قوم کے گرے ہوئے اخلاق کو درست کردیں اور اس کی ضمیر کو تسلی دے دیں کہ انسان یہ سمجھے کہ چلو اس گناہ عظیم کے بعد ایک نئی روحانی زندگی مجھ کو مل جائے گی میں اس برکت کے حصول کے لئے اس چھوٹے گناہ کا ارتکاب کرلوں۔ مگر کوئی ایسا انسان نہیں جسے خدا تعالیٰ سے یہ رتبہ ملا ہو۔ پھر کوئی احمق ہی ہو گا جو دنیا کے لئے دین کو فروخت کردے۔ ہر انسان جو حق کو قبول کرتا ہے خدا تعالیٰ کا اس پر احسان ہوتا ہے نہ کہ اس کا خدا تعالیٰ پر۔ جو شخص اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور خوشی سے احمدیت کو قبول کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتا ہے وہ ہم پر کسی قسم کا احسان نہیں کرتا بلکہ اپنے لئے اور اپنے خدا کو راضی کرنے کے لئے آتا ہے۔ مگر جو شخص یہ شرط لگاتا ہے کہ وہ ماننے کو تیار ہے بشرطیکہ ہم اس کی خاطر کوئی دینی مسئلہ چھوڑ دیں وہ یا تو سخت دھوکا خوردہ ہے یا پھر فریبی اور بے ایمان ہے اور بدظنی کا ارتکاب کرنے والا ہے ایسے شخص کی حیثیت ایک دھیلے بلکہ کوڑی کے برابر نہیں۔ دین کے مقابل پر اس کی حیثیت ہی کیا ہو سکتی ہے کہ اس سے ملنے کے لئے دین کو چھوڑا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے وہ بے شمار احسانات جو اس نے ہم گناہ گاروں کے لئے دکھائے ہیں کیا ہم ان کو بھلا سکتے ہیں۔ اور کیا وہ دن مجھے بھول سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت خلافت عطا کیا، کیا میں وہ دن بھول سکتا ہوں جب کہ کمزور لوگ آتے اور کہتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب بہت جلد قادیان سے جانے والے ہیں اور خزانہ میں کوئی روپیہ نہیں اب کیا بنے گا؟ بڑے لوگ چلے جائیں گے اور سامان کوئی ہو گا نہیں پھر سلسلہ کا کام کس طرح چلے گا۔ اور کیا میں وہ دن بھول سکتا ہوں جبکہ غیر مبائعین میں سے بعض علی الاعلان کہتے تھے کہ یہاں آریوں اور عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ چنانچہ مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہاں سے جاتے ہوئے تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا کہ وہ دن قریب ہیں جب کہ یہاں عیسائی قابض ہوں گے مگر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ کیا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا دکھایا۔ صرف یہی نشان

ان کے لئے کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ۹۸ فیصدی سے دو فیصدی بلکہ اس سے بھی کم کر دیا اور ہم جو دو فیصدی تھے ۹۸ فیصدی ہو گئے۔ پہلے جب ہم تھوڑے تھے تو یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ ۹۸ فیصدی کی تعداد میں ہیں اور میاں محمود کے ساتھ دو فیصدی۔ گویا پہلے اپنی اکثریت کو اپنی کامیابی کا معیار قرار دیتے تھے مگر اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کم کر دیا اور ہمیں زیادہ تو کہنے لگ گئے کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ ۳ کہ اکثریت فاسقوں کی ہوتی ہے۔ جب وہ زیادہ تھے تو فاسق نہ تھے بلکہ ان کے نزدیک کامیابی تھی مگر اب جبکہ ہم ان کی نسبت بہت زیادہ ہو گئے تو سب صحابہؓ فاسق ہو گئے اس سے بڑھ کر ان کی عداوت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ ان کے پاس کون سی طاقت تھی جو انہوں نے ہمارے خلاف خرچ نہ کی۔ ہم کو مقدمات کی دھمکیاں دیں، ہمارا سامان اٹھا کر لے گئے، قرآن مجید کا ترجمہ جماعت کی ایک امانت تھی جو وہ اپنے ساتھ لے گئے، اس کے علاوہ کئی کتابیں اپنے ساتھ لے گئے جن کی قیمت کئی ہزار روپیہ بنتی ہے غرضکہ انہوں نے ہمیں ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور ہر قسم کے ہتھیار انہوں نے ہمارے خلاف چلائے، حکومت کے پاس ہماری شکایتیں کیں، رعایا کو ہمارے خلاف اشتعال دلایا اور ان کو یہ کہہ کر کہ یہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں ہمارے خلاف اکسایا مگر اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر ان کو نیچا دکھایا۔ دنیاوی طاقتیں انہوں نے ہمارے خلاف خرچ کیں اور طرح طرح کے دکھ دینے کی کوششیں کیں مگر دنیاوی طاقتیں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس مکہ کے لوگ آئے اور عرض کیا کہ آپؑ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں ان کا بھی یہی مطلب تھا کہ رسول کریم ﷺ دین میں تبدیلی کریں اور ہمارے ساتھ مل جائیں مگر رسول کریم ﷺ نے ان کو اس وقت یہی جواب دیا کہ اگر تم سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دو تب بھی میں اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کر سکتا ۴ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ جب محمد رسول اللہ ﷺ میں یہ طاقت نہ تھی کہ آپ خدا تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی کر سکتے تو بھلا ہم جیسے کمزور وجودوں کو یہ اختیار کہاں ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکموں کو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے دوستوں کی خوشنودی کے حصول کے لئے بدل دیں اور اگر ہم نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ خدا تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی کر ہی دیں تو دنیا کی وہ کون سی طاقت ہے جو خدا تعالیٰ کے

عذاب سے ہم کو بچاسکتی ہے۔ ہم اپنی باتوں میں تبدیلی کرسکتے ہیں مگر خدا کی باتوں میں تو خدا خود ہی تبدیلی کرے تو کرے۔ ایک مولوی محمد علی صاحب چھوڑ لاکھ مولوی محمد علی صاحبان بھی آئیں اور ہمیں عقائد تبدیل کرنے کے متعلق کہیں تب بھی ہم عقائد میں تبدیلی نہیں کرسکتے کیونکہ ہم کو اس کا اختیار ہی کوئی نہیں۔ ایک غلام بادشاہ کے حکم کو نہیں بدل سکتا تو ایک ذلیل مخلوق کی کیا طاقت ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک خدا کے کلام میں تبدیلی کرسکے۔

میں نہیں سمجھتا ایک شریف انسان کے منہ سے ایسا فقرہ نکلے اور وہ شرم محسوس نہ کرے۔ کیا کوئی شخص اس قسم کا سودا کرسکتا ہے جو یہ لوگ ہمارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ میں کہہ چکا ہوں اغلب ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایسا نہ کہا ہو بلکہ کسی درمیانی آدمی نے یہ خیانت کی ہو مگر بہرحال جس نے یہ فقرہ کہا ہے اس نے اپنی قیمت بہت ہی بڑی قرار دی ہے اور دین کو ایک کھیل سمجھا ہے اور ہم نے ایسے شخص کو اپنے اندر داخل کرکے لینا ہی کیا ہے جس کی وجہ سے ہمیں عقائد میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہو۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ایسے لوگ پہلے بھی ہوا کرتے تھے جو عقائد میں تبدیلی کرلیا کرتے تھے اور اسے معمولی بات سمجھا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کے متعلق بیان فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ ؎۵ کہ کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر مبائعین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے مامور نہ سہی، مسیح موعود نہ سہی، بلکہ ایک مجدد ہی سہی، مجدد نہ سہی ایک ولی ہی سہی، ولی نہ سہی ایک مؤمن ہی سہی مگر کیا ایک مؤمن کی طرف سے جو بات خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے کہی جائے کیا اس کے بارے میں سودے کئے جاسکتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کسی مؤمن کے الہامات اور اس کی خوابوں کے متعلق ایسے سودے کئے گئے ہیں؟ اور اگر نہیں کئے گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی کے متعلق ایسے سودوں کی دعوت کیوں دی جاتی ہے؟ ان لوگوں کو ان کی یہ خود پسندی ہی خراب کرتی چلی آئی ہے اور یہ حقیقت سے ناآشنا ہوتے جارہے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو کہاں دیکھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں سودے کرتے پھرتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ۱۹۱۱ء کا نصف یا اس سے کچھ پہلے یا بعد کا واقعہ ہے جب کہ خواجہ کمال الدین صاحب ابھی ولایت نہیں گئے تھے اور عنقریب

جانے والے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ صلح کی ایک صورت پیدا ہوگئی ہے۔ خواجہ کمال الدین سے میری باتیں ہوئی تھیں اگر آپ کچھ نرم ہو جائیں تو صلح ہو جائے گی۔ میں نے شیخ صاحب سے کہا کہ شیخ صاحب اگر ہماری مخالفت دنیوی جائداد کی ہے تو لاؤ کاغذ میں اس پر دستخط کر دیتا ہوں اور جس طرح خواجہ کمال الدین صاحب چاہیں کریں میری طرف سے کوئی شرط وغیرہ نہیں ہوگی۔ اور اگر یہ دنیوی جائداد کے متعلق اختلاف نہیں بلکہ دین کا سوال ہے تو ایک خواجہ کمال الدین کیا اگر دس ہزار خواجہ کمال الدین ہوں تب بھی میں ان کی خاطر سچائی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

مجھے تو اس قسم کا خیال رکھنے والوں کی انسانیت پر بھی شبہ ہو گیا ہے۔ ممکن ہے دہریت کی وجہ سے ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو ورنہ مؤمن کیا معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی خدا تعالیٰ کے کلام کے متعلق ایسا خیال نہیں کر سکتا۔ بے شک انسان پھسلتا ہے مگر پھسلنا بھی کسی راہ کا ہوتا ہے۔ جذبات میں آکر انسان پھسل جاتا ہے، لالچ میں آکر پھسل جاتا ہے اور کئی غلطیاں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی باتوں میں سودا کرتا پھرے۔ اگر ان کا مقصد اس سے یہ ہو کہ وہ ہم کو اس طرح آزمانا چاہتے ہیں اور ہمارے ایمانوں کا موازنہ کرنا چاہتے ہیں تو کیا ان کو آزمانے کے لئے صرف کفر کے مسئلہ میں تبدیلی ہی ایک ایسی بات مل گئی ہے جس کے ذریعہ وہ ہمیں آزمانا چاہتے ہیں۔ اس سے قبل آزمائش کی باتیں کیا وہ کم دیکھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت دکھانا اور اس کے دین کے لئے غیرت ایک ادنیٰ قربانی ہے مؤمن تعداد بڑھانے کے لئے اپنے عقائد میں تبدیلی ہرگز نہیں کر سکتا۔ اگر ساری دنیا بگڑ رہی ہو تو وہ کبھی بھی یہ نہیں کرے گا کہ اپنے عقائد میں تبدیلی کر لے اور دنیا کو اپنے ساتھ ملا لے بلکہ ایک ذرہ بھر بھی اس کو دنیا کے بگڑنے کی پرواہ نہ ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ دنیا کی نگاہ میں اس کا یہ فعل اچھا نہ ہو اور اس کی وجہ سے وہ عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے مگر وہ اس کی ہرگز پرواہ نہیں کرے گا کیونکہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور وہی عزت اس کے لئے حقیقی عزت ہے جو اسے خدا دیتا ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب میری بیعت کر لیں اور میں اس شرط کو مان لوں تو کیا وہ ایک منٹ کے لئے بھی میری زندگی کا ٹھیکہ لے سکتے ہیں۔ اگر نہیں لے سکتے اور ان کے بیعت کرتے ہی میری جان نکل جائے تو اس مزعومہ عزت سے جو وہ ساتھ لائیں

مجھے کیا فائدہ پہنچے گا اور خود ان کو میری بیعت سے کیا نفع ہو گا۔

سمجھوتہ دنیوی معاملات میں ہو سکتا ہے، تمدنی مسائل میں ہو سکتا ہے، سیاسی مسائل میں ہو سکتا ہے، اقتصادی مسائل میں ہو سکتا ہے مگر دین کے متعلق کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ مباح اس امر کو کہتے ہیں کہ جس کے بارے میں اجازت ہوتی ہے کہ خواہ کرو یا نہ کرو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو ایسے امور میں بھی لوگوں کی خوشنودی چاہنے کی اجازت نہیں دی گئی جو مباح تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل حدیثوں میں یوں آتی ہے کہ آپ ایک دفعہ شہد کھا کر گھر گئے تو آپ کی دو بیویوں نے کہا تھا کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ شہد نہیں کھایا کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ ۔[۶] آپ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام کیوں کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تو مباح میں سمجھوتہ کرنے کی رسول کریم ﷺ کو اجازت نہیں دی چہ جائیکہ عقائد کی تبدیلی میں صلح کی اجازت دے۔ ہمارا فریق مخالف درحقیقت خود چونکہ سابقہ عقائد کو چھوڑ چکا ہے۔ اس پر یہ بات گراں نہیں گزرتی کہ دوسروں کو بھی یہ کہے کہ تم اپنے عقائد میں تبدیلی کرلو۔ یہ خیال ان کے ایمان سے ناآشنا ہونے کے باعث پیدا ہو گیا ہے ورنہ ایک مؤمن یہ کبھی نہیں کرسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ نے دعویٰ کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔ اگر آپ پہلے مولویوں کے سامنے یہ بات پیش فرماتے کہ اسلام کی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے عقیدہ کی وجہ سے سخت خطرہ میں ہے۔ مسلمان روز بروز کم ہو رہے ہیں اور عیسائی بن رہے ہیں اس کا علاج بتائیں تو اس وقت سب کے سب یہ کہہ دیتے کہ اس کا علاج آپ ہی سوچیں۔ پھر آپ ان کو اس کا علاج یہ بتاتے کہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے۔ اس پر سب مولوی کہتے کہ بہت اچھی بات آپ نے سوچی ہے۔ پھر دوسرا امر ان مولویوں کے سامنے یہ پیش فرماتے کہ حدیثوں میں عیسیٰ کے آنے کا ذکر ہے، غیر مسلم قومیں اگر اس پر معترض ہوں تو اس کا کیا جواب ہو گا۔ اس وقت بھی مولوی یہ کہتے کہ آپ ہی اس کا جواب ہمیں بتائیں آپ جواب میں یہ فرماتے کہ عیسیٰ سے مراد وہ عیسیٰ نہیں جو ایک دفعہ دنیا میں آچکا ہے بلکہ عیسیٰ سے مراد مثیل عیسیٰ ہے۔ پھر تیسرا امر یہ پیش فرماتے کہ حدیثوں میں عیسیٰ کے زمانہ کے متعلق جو علامات بیان ہوئی ہیں ان

میں سے بعض اس زمانہ میں نظر آتی ہیں پس کیوں نہ علماء امت میں سے ایک شخص کے متعلق کہا جائے کہ وہی مثیل مسیح ہے تو سب علماء اس پر کہتے کہ یہ بالکل درست ہے اور آپ سے زیادہ مستحق اس دعویٰ کا کوئی نہیں ہو سکتا اس کے بعد آپ دعویٰ کر دیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات سن کر فرمایا کہ بے شک اگر انسانی منصوبہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ یہی جواب میرا ہے۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مسئلہ میرا بنایا ہوا نہیں۔ میں تو ایک کمزور اور گنہگار وجود ہوں میں زندہ رہوں یا مروں، عزت پاؤں یا ذلت، بڑھوں یا گھٹوں یہ مسائل جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا حصہ ہیں انہیں کوئی ضعف نہیں پہنچ سکتا۔ ان کی ترقی انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے ہے۔ پس نہ ان کو میری وجہ سے تقویت ملی ہے اور نہ میرے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ مٹ سکتے ہیں۔ اگر میں ان مسائل کو مٹانا چاہوں تو اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ میں مٹ جاؤں گا یہ مسائل نہیں مٹیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اس بارہ میں اس نے مجھ سے خدمت لے لی ہے اور اس کے فضل سے امید رکھتے ہوئے میں اس سے طالب ہوں کہ مجھے حق پر قائم رکھے اور باطل کی حمایت سے بچائے کہ یہ اس کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

غرض اجتماع اچھی شئے ہے مگر وہی جو خدا کے لئے ہو اور جس اجتماع میں خدا تعالیٰ چھوٹے وہ اجتماع بابرکت نہیں۔ ہم بھی غیر مبائعین سے اجتماع چاہتے ہیں لیکن ایسا ہی جس میں خدا تعالیٰ کے دین کی عزت ہو۔ جب ایک مرد اور ایک عورت کے اجتماع میں رسول کریم ﷺ نے تقویٰ پر اس قدر زور دیا ہے۔ تو قوموں کے اجتماع کے سوال میں اس امر کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

(الفضل ۲۱- مارچ ۱۹۳۷ء صفحہ ۳ تا ۶)

ل الفضل سے تاریخ اور فریقین کا تعین نہیں ہو سکا۔
۲ بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفۃ و حدیث ثمامۃ بن اثال
۳ اٰل عمران : ۱۱۱
۴ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۸۴، ۲۸۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء
۵ البقرۃ : ۸۶
۶ التحریم : ۲